مسلمان امن اور سلامتی اور خوشحالی سے رہتے ہیں۔ اس قسم کی مثالیں ہماری رہنمائی کرتی ہیں کہ اسی طرح دوسری جگہوں پر بھی مسلمان اور مسیحی مل جل کر رہ سکتے ہیں۔ ہمیں اس بات کی دعوت دی جاتی ہے کہ ہم ماضی اور حال میں اپنے باہمی تعلقات کا جائزہ لیں اور سب سے بڑھ کر ہم اس بات کا فیصلہ کریں کہ ہم خدا کی منشا کے مطابق خاص طور پر کچلے ہوئے اور استحصال زدہ لوگوں کے لیے اس کے رحم اور خیر کے گواہ بنیں۔

میرے عزیز مسلمان دوستو! میں اپنی طرف سے اور تمام دنیا کے مسیحیوں کی طرف سے عید الفطر کے موقع پر آپ کو ہدیہ تبریک اور اللہ تعالیٰ سے آپ کے لیے بے پناہ برکات کے لیے دعا کرتا ہوں، اور دوستی اور ایک دوسرے کے احترام کی تجدید کرتا ہوں۔

کارڈینل فرانسس اَرنزے

(پاپائی مجلس برائے بین المذاہب تعلقات - ویٹی کن سٹی)

مالی: مذہبی تکثیریت اور بین المذاہب روابط

[مغربی افریقہ کے مسلمان ملک ''مالی'' کا شمار دُنیا کے غریب ترین ممالک میں ہوتا ہے۔ فرانسیسی نو آبادیاتی دور میں پہلے یہاں کیتھولک چرچ اور پھر پروٹسٹنٹ تنظیموں نے مسیحی سرگرمیوں کا آغاز کیا اور ایک صدی کے عرصے میں ایک معمولی سی آبادی کو حلقہ مسیحیت میں داخل کرنے میں اُنہیں کامیابی حاصل ہوئی۔ ۲۵ تا ۳۰ فیصد آبادی تا حال روایتی افریقی مذاہب کی پیروکار ہے۔ آج مسلمان انہیں اپنا بھائی دیکھنے کی خواہش رکھتے ہیں اور مسیحی اُنہیں عالمی چرچ کا حصہ بنانا چاہتے ہیں۔ اِس سے گاہے گاہے تناؤ اور کشمکش کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ کچھ عرصہ پہلے ''مسلم پولیٹکس رپورٹ'' (واشنگٹن، ڈی-سی) میں حسب ذیل مضمون شائع ہوا تھا۔ مضمون نگار جناب بنجمن-ایف-سورز، یونیورسٹی آف شکاگو سے بطور ''پوسٹ ڈاکٹرل فیلو'' وابستہ ہیں۔ (مدیر)]

مغربی افریقہ کے اُس خطے میں، جسے آج ''مالی'' کا نام دیا گیا ہے، کم از کم گزشتہ ایک ہزار برس سے اسلام پر عمل کیا جا رہا ہے۔ رواں صدی سے پہلے ٹمبکٹو جیسے بعض روایتی شہری مراکز

میں مسلمان اکثریت میں تھے، لیکن وہ زیادہ تر غیر مسلم آبادی میں بطور اقلیت رہتے تھے۔ غیر مسلم مقامی مذہبی رسومات پر عمل کرتے تھے۔ یہ صرف بیسویں صدی کا معاملہ ہے کہ مالی کی آبادی (نوے لاکھ) میں مسلمانوں نے غالب اکثریتی حیثیت حاصل کر لی ہے۔

مسیحی مبشرین، باوجودیکہ فرانسیسی نوآبادیاتی دور کے آغاز، یعنی بیسویں صدی کے آخر سے اِس خطے میں موجود ہیں، لیکن مالی کے بہت ہی کم لوگ حلقہ مسیحیت میں داخل ہوئے ہیں۔ موجودہ آبادی کی نہایت چھوٹی سی اقلیت مسیحی ہے، اور یہ لوگ زیادہ تر کیتھولک چرچ سے وابستہ ہیں۔ جو لوگ اپنے آپ کو مسلم یا مسیحی کے طور پر شناخت نہیں کرتے، آبادی میں اُن کی نسبت ۲۰ فیصد سے زیادہ ہے۔ ان لوگوں کی اکثریت دیہی علاقوں میں بود و باش رکھتی ہے، اور اِن میں سے بعض انیسویں صدی میں اسلامی ریاست کی توسیع اور جہاد کے خلاف مزاحمت کی وجہ سے معروف ہیں۔ ان غیر مسلموں میں سے بعض، رواں صدی میں یورپ اور شمالی امریکہ کے مسیحی مبشرین کا اسی طرح ہدف رہے ہیں جیسے مسلمانوں نے انہیں اپنا ہدف بنایا ہوا تھا۔ مسیحی مبشرین کو مختلف درجوں میں کامیابی حاصل ہوئی ہے۔

حال ہی میں مالی کے مقامی مسیحیوں نے غیر ملکی مبشرین کے تعاون سے غیر مسیحی آبادی — مسلم اور غیر مسلم — کو حلقہ مسیحیت میں لانے کی کوششیں تیز تر کر دی ہیں۔ مسلمانوں اور مسیحیوں دونوں کی تبدیلی مذہب کی سرگرمیوں سے معاصر مالی کی مسلم سیاست کی پیچیدگیوں پر روشنی پڑتی ہے۔

اشاعت اسلام

کئی برسوں سے، بالخصوص ۱۹۸۰ء کے عشرے میں، ایک معروف عالم دین، سیدی مودیبکو کین (م ۱۹۹۶ء) نے مبینہ طور پر ہزاروں غیر مسلموں کو حلقہ اسلام میں داخل کیا۔ تبدیلی مذہب کی یکے بعد دیگرے مہمات کے دوران میں مذکورہ عالم دین نے دیہی علاقوں میں سیکڑوں دیہات کی غیر مسلم (غیر مسیحی) آبادیوں کا دورہ کیا۔ اُنھوں نے لوگوں کو غیر اسلامی رسمیں ترک کرنے اور حلقہ اسلام میں داخل ہونے کی تلقین کی۔ اُنھوں نے بالعموم اِس بات پر زور دیا کہ جو لوگ خشک سالی جیسی مصیبتوں سے گزر رہے ہیں، اسلام قبول کرنے پر بہتر مستقبل دیکھیں گے۔ ۱۹۷۰ء اور پھر ۱۹۸۰ کے عشرے میں سخت خشک سالی تھی جو عالمی

ذرائع ابلاغ کا موضوع بنی رہی۔ سیدی مودیبکو کین اُنہی علاقوں میں جاتے تھے جہاں اُنہیں بلایا جاتا تھا اور اُن کی تبلیغِ اسلام ہمیشہ پُرامن رہی۔

سیدی کین کی کامیابی میں متعدد اہم عوامل کا حصہ تھا۔ جنہیں اِن تبلیغی مہمات کی کامیابی کا ضامن نہ بھی خیال کیا جائے تو اِن سے کام میں بڑی سہولت پیدا ہوئی ہے۔ اولاً قادری سلسلے کی ایک ذیلی شاخ کے مرشد، سیدی مودیبکو کین برس ہابرس سے غیر معمولی طور پر فاضل اور متقی مسلمان کی شہرت رکھتے تھے۔ مالی کے بہت سے لوگوں کے لیے وہ ایک زندہ ''ولی'' تھے جن کی غیر معمولی طاقت اور قائدانہ مقام کا اندازہ اُن کے تبلیغی کام سے کیا جاسکتا ہے۔ غیر مسلموں کو حلقہ اسلام میں لانے کی کوشش سے اُن کا مرتبہ و مقام مزید بلند ہوا۔ ثانیاً نوآبادیاتی دور کے بعد کی سیکولر ریاست نے (نوآبادیاتی پیش رووں کی طرح) اسلام اور بعض مسلمان مذہبی رہنماؤں کے ساتھ قریبی تعلق رکھا، بالخصوص جن کے پیروکاروں کی تعداد زیادہ ہے۔ اِس بات کا زیادہ اظہار ۱۹۸۰ء کے عشرے میں ہوا، جب حکومتِ مالی نے اپنی اسلامی شناخت پر زور دینے کی کوشش کی۔ غالبًا یہ سب کچھ دُنیا کے دوسرے ممالک میں احیائے اسلام کی سرگرمیوں کے زیرِاثر تھا۔ سرکاری انتظامیہ نے نہ صرف سیدی مودیبکو کین کی کاوشوں کو انتظامی سند دی، بلکہ اہم اور نمایاں سرکاری افسران کھلم کھلا اُن سے وابستہ ہو گئے۔

مزید براں، تبدیلی مذہب کی یہ مہمات سماجی کشمکش کے اظہار کا میدان بن گئیں۔ حالیہ برسوں میں خشک سالی اور غربت کے ہاتھوں متعدد نوجوان روزگار کے لیے دیہات سے شہروں کی طرف منتقل ہونے پر مجبور ہوئے ہیں، بلکہ مالی سے باہر مغربی افریقہ کے دوسرے ممالک میں چلے گئے ہیں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے یا اُن کی قابلِ لحاظ اقلیتی آبادی ہے۔ اُن نوجوانوں کا واسطہ تارکینِ وطن کی حیثیت سے مسلمانوں سے پڑتا ہے، اور اسلامی تعلیمات سے آگاہ ہوتے ہیں، اور آخرالامر تبدیلی کے لیے بالفعل ذریعہ بن جاتے ہیں۔ اپنے دیہی گھرانوں سے طویل عرصے تک غیر حاضر رہنے کے بعد ان نوجوان کو اپنے دیہی رشتہ داروں کی مذہبی رسومات اور اعمال یا تو غیر موزوں نظر آنے لگتے ہیں یا قابلِ اعتراض، بالعموم اِسی قسم کے تارکینِ وطن سیدی کین کو اپنے دیہات کے دورے کی دعوت دیتے تھے تاکہ تبدیلی مذہب کا سلسلہ آگے بڑھے۔ اِس سب کچھ سے شاید یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مالی کی دیہی آبادی کا

اسلام قبول کرنا ایک حد تک ناگزیر ہے، تاہم بعض مقامات پر تبدیلی مذہب کی مہمات کے نتائج غیر واضح ہیں۔ بعض دیہات میں سیدی کین کو نہ صرف مخالفت کا سامنا کرنا پڑا، بلکہ لوگوں کا قبول اسلام عارضی ثابت ہوا۔ ایسا ہونا ممکن ہے، مگر جن دیہات میں سیدی کین کو بالخصوص، پورے جوش و جذبہ سے خوش آمدید کہا گیا، بلاشبہ وہاں مہمات کامیاب رہی ہیں۔

مسیحی تبشیری کاوشیں

مالی میں کام کرنے والے مسیحی مبشرین نے کچھ عرصہ پہلے تک تبدیلی مذہب کی اپنی کوششیں غیر مسلم آبادی پر مرکوز کر رکھی تھیں جس میں وہی لوگ شامل ہے جنہیں سیدی کین نے حلقہ اسلام میں لانے کی کوشش کی۔ کیتھولک اور پروٹسٹنٹ مسیحی مبشرین نے برس ہابرس سے مسلمانوں میں مسیحی اشاعتی سرگرمیوں پر اپنا وقت صرف کیا اور نہ وسائل ہی۔ درحقیقت مالی کے کیتھولک چرچ سے وابستہ افراد نے بہت عرصہ پہلے دل و جان سے یہ بات تسلیم کرلی تھی کہ مسلمانوں کو مسیحی بنانے کی کاوشیں بے سود ہیں، گزشتہ چند عشروں سے مالی میں تبشیری، بالخصوص پروٹسٹنٹ گروہوں (جن میں ایونجلیکل اور پینٹے کوسٹل شامل ہیں) کی سرگرمیوں میں اضافہ ہوا ہے۔ جس طرح تیسری دُنیا کے کئی دوسرے مقامات کی صورت حال ہے، مالی میں بھی تبشیری سرگرمیاں مکمل طور پر یورپ اور شمالی امریکہ سے حاصل کردہ پیسے سے جاری ہیں۔ ۱۹۸۰ء کے عشرے میں، مالی کے بعض پروٹسٹنٹ مسیحیوں نے امریکی اور یورپی مبشرین — جو کہیں بڑی تعداد میں کام کررہے ہیں — کے تعاون سے ملک کے مزید حصوں میں تبشیری سرگرمیاں شروع کیں۔ تبشیری سرگرمیوں کا میدان مسلم اکثریت کے علاقے بھی ہیں جہاں ماضی میں ایسی سرگرمیاں نہ ہونے کے برابر تھیں۔ پروٹسٹنٹ مبشرین نے مسلمانوں کو حلقہ مسیحیت میں لانے کی بھرپور کوششیں کی ہیں، اور اِس مقصد کے لیے مختلف طریقے اختیار کیے، کتابی اور سمعی وبصری مواد (کتابیں، کتابچے، فلم اور سمعی وبصری کیسٹ) کبھی تو خوبصورتی، اور اکثر نہایت بھونڈے انداز میں استعمال کیا گیا۔ اِن کوششوں کا ہدف مسلمان اور غیر مسلم دونوں تھے۔ مسلمانوں نے ابتداء میں مسیحیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کو اِس اعتماد کی بنا پر نظرانداز کردیا کہ مسلمانوں پر اِن کا کوئی اثر نہیں ہوتا، چاہے کتنے ہی مختلف انداز اور رنگ کیوں نہ اختیار کیے جائیں۔ اگرچہ مسلمانوں کے حلقہ مسیحیت میں

داخل ہونے کا کوئی ثبوت تو نہیں ملتا، تاہم متعدد مسلمانوں کے نزدیک یہ مسیحی سرگرمیوں پریشان کن ہیں۔ ایک طرف ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مسلمانوں کا بڑھا ہوا احساس ہے، اور دوسری طرف پروٹسٹنٹ مبشرین کی بڑھتی ہوئی سرگرمیاں۔

۱۹۹۳ء میں، مالی کی ایک چھوٹی سی مسیحی تنظیم نے اعلان کیا کہ ایک معروف یورپی پنٹے کوسٹل مبشر جرمنی سے بڑی مسیحی ''کروسیڈ'' کی قیادت کے لیے مالی کے دارالحکومت اور ملک کے سب سے بڑے شہر بماکو آئے گا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مالی کے کچھ مسیحی عوامی سطح پر ایک ایسے ملک میں اپنے وجود کا اظہار کرنا چاہتے تھے، جس کی غالب اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہے، اور اِس مقصد کے لیے اُنہوں نے ایک بناوٹی ''کروسیڈ'' کا انتخاب کیا جس کے اخراجات باہر سے ادا کیے جا رہے تھے۔ اخبارات اور دوسرے ذرائع سے جوں ہی اِس مسیحی کروسیڈ کی اشتہاری مہم شروع ہوئی، فی الفور اِس کے خلاف آواز بلند ہوئی۔ مالی کے لوگوں نے افریقہ، اور بالخصوص مسلمان علاقوں میں اِس طرح کی بڑے پیمانے پر تبدیلی مذہب کی کوششوں کے بارے میں سن رکھا تھا۔ وہ ان مہمات کے نتیجے میں جنم لینے والے تنازعات اور پر تشدد بین المذاہب کشمکش سے آگاہ تھے۔ ان میں سب سے زیادہ نمایاں واقعہ ۱۹۹۱ء میں کانو (شمالی نائجیریا) میں اِسی مبشر کی ناکام مسیحی کروسیڈ کا نتیجہ تھا۔ طے شدہ مسیحی کروسیڈ کے بارے میں معلوم ہونے پر بعض مسلمان کارکنوں نے اصرار کیا کہ اِسے روک دیا جائے۔ مالی کی مسلم تنظیموں نے تبدیلی مذہب کی ان مسیحی سرگرمیوں پر احتجاج کیا جن کی مثال ملک کی تاریخ میں نہیں تھا۔ اُنہوں نے واضح کیا کہ مالی کے اکثریتی مسیحیوں یعنی کیتھولک چرچ نے اس انداز کی سرگرمیوں سے اجتناب کر رکھا ہے۔ بین المذاہب تشدد (جو زیادہ تر لوگوں کے نزدیک مالی میں شاذونادر ہی ہوا ہے) کے خوف سے حکومت نے کروسیڈ ملتوی کر دی۔ مالی کے اخبارات میں اُن مسلمانوں کو ''اسلام پسند'' اور ''بنیاد پرست'' قرار دیا گیا ہے (زیادہ تر معاملات میں غیر منصفانہ طور پر) جنہوں نے کروسیڈ کے خلاف احتجاج کیا تھا، مگر اُن کا غم و غصہ چنداں غیر متوقع نہ تھا۔ بہر حال مالی ایک از حد غریب، بلکہ غریب ترین ملکوں میں سے ہے، وہاں کے مسلمان چاہے عددی طور پر کتنے ہی طاقتور کیوں نہ ہوں، یا منظم کیوں نہ ہو، وہ یورپی اور امریکی پروٹسٹنٹ مبشرین کے بڑے وسائل کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ مزید براں مسیحیوں کی جانب سے تازہ ترین کی گئی تبدیلی مذہب کی کوششوں میں ایسی کوئی چیز نہیں، جس طرح کی معاشرتی

کشش سیدی مودیبو کیتا کی ہر دلعزیز مہمات میں تھی۔ زیادہ تر لوگ مسلمان مذہبی رہنما کی پُرامن کوششوں کا ذکر کرتے ہیں، مگر یہی بات بعض پروٹسٹنٹ مسیحیوں کی کاوشوں کے بارے میں نہیں کہی جاسکتی۔ اگر کچھ کہا جاسکتا ہے تو یہی کہ حقیقتاً پروٹسٹنٹ کاوشیں قدرے جارحانہ اور ممکنہ طور پر اشتعال انگیز ہوگئی ہیں۔ یہ بات واضح ہو جانا چاہیے کہ مسلمانوں کی ''غیر رواداری'' کا جو لگا بندھا امیج بنایا گیا ہے، یہ اِس طرح کے بالفعل بین المذاہب تصادم میں بالکل غیر متعلق ہے۔ (مسلم پولیٹکس رپورٹ، نومبر-دسمبر ۱۹۹۷ء)

مصر: ''مغرب میں آزادی کا غلط مفہوم لیا جارہا ہے۔---''

—بابا شنودہ ثالث

[وزارتِ اوقاف - مصر کی ذیلی تنظیم ''المجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیہ'' (اسلامی امور کی مجلسِ اعلیٰ) نے ''اسلام اور اکیسویں صدی'' کے عنوان سے ایک بین الاقوامی کانفرنس کا اہتمام کیا تھا (قاہرہ: ۲-۵ جولائی ۱۹۹۸ء)۔ اس کانفرنس میں ''اسلام اور تمدنی ارتقاء''، ''سیاسی میدان میں اسلام کا عالمی موقف''، ''اقتصادی میدان میں اسلام کا موقف'' اور ''سائنسی ترقی کے میدان میں اسلام کا موقف'' کے چار موضوعات پر عالمِ اسلام کے اہل علم نے مقالات پیش کیے۔ ہندوستان سے ''فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ - بنگلور'' کے ناظم مولانا محمد شہاب الدین ندوی نے کانفرنس میں شرکت کی اور واپسی پر اپنے سفر اور قاہرہ کانفرنس کی مکمل روداد شائع کی۔ مسلم - مسیحی تعلقات کے حوالے سے اُن کی روداد کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے - مدیر]

''کانفرنس کے افتتاحی جلسے میں سعودی عرب کے وزیر برائے اسلامی امور ڈاکٹر عبداللہ عبدالمحسن ترکی اور اسکندریہ کے بطریق بابا شنودہ ثالث نے بھی خطاب کیا اور بعض اہم نکات پر روشنی ڈالی۔ موخر الذکر کو اِس کانفرنس میں شرکت کے لیے خصوصی طور پر دعوت دی گئی تھی اور اُنہیں احترام کے ساتھ اسٹیج پر بٹھایا گیا تھا، تاکہ اِس سے مغربی پروپیگنڈے کا توڑ ہو سکے کہ مسلم ممالک میں اقلیتیں محفوظ نہیں ہیں۔ واضح رہے کہ مصر کی غالب اکثریت